شریف لاهیجی - حیات و خدمات

——— پروفیسر کبیر احمد جائسی

ایران کے صفوی بادشاہوں کے عہد حکومت میں فارسی زبان میں متعدد تفسیریں معرض وجود میں آئیں جو تمام کی تمام شیعی نقطۂ نظر کی ترجمان تھیں۔ ان میں سے فارسی کی اولین تفسیر ''آیات الاحکام'' جس کا نام مفسر نے ''تفسیر شاہی'' رکھا ہے، اس پر ہم تفصیل سے اظہار خیال کر چکے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اپریل- جون، جولائی- ستمبر ۲۰۰۵ء) صفویوں ہی کے دور کی ایک اور فارسی تفسیر ہے۔ خوش قسمتی سے اس تفسیر کے چند مکمل مخطوطے بعض کتاب خانوں میں محفوظ ہیں جن کا تقابلی مطالعہ کر کے جناب میر جلال الدین حسینی محدث ارموی نے اس کا ایک ناقدانہ متن مرتب کیا ہے اور اس پر ایک طویل بیش قیمت مقدمہ لکھ کر ''تفسیر شریف لاہیجی'' کے نام سے ادارۂ کل اوقاف تہران کی طرف سے ۱۹۶۲ء میں چار جلدوں میں شایع کروایا ہے۔ شائع شدہ صفحات کی تعداد تین ہزار چھ سو اڑتالیس ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جلدوں کی تقسیم مفسر کی ہے یا مرتب کی۔ محدث ارموی کا مقدمہ اگرچہ بڑی محنت سے لکھا گیا ہے، مگر اس کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ وہ عربی زبان کی لمبی لمبی عبارتیں بغیر فارسی ترجمے کے نقل کیے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ہندوستانی فارسی دانوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ ایرانی فارسی دانوں کے لیے بھی ان کے مقدمہ سے پورا پورا استفادہ ناممکن تو نہیں، مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ اس مقدمے کی مدد سے یہاں شریف لاہیجی کے حالات زندگی اور علمی خدمات پر کچھ روشنی ڈالی جارہی ہے۔

میر جلال الدین حسینی محدث اُرموی کو شریف لاہیجی کی تاریخ ولادت کا علم نہیں ہو سکا، لیکن انھوں نے اپنی تحقیق کے دوران شریف لاہیجی کی ایک دوسری تصنیف ''محبوب

القلوب'' کی ایک عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شریف لاہیجی ۱۰۵۸ھ میں فارغ التحصیل ہوکر پختہ عالم وفاضل ہو چکے تھے۔ اسی عبارت سے میر جلال الدین حسینی محدث اُرمَوی نے یہ بھی قیاس کیا ہے کہ ۱۰۵۸ھ میں ان کی عمر کم از کم تیس برس ورنہ پینتیس چالیس برس رہی ہوگی۔ ان قیاسات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریف لاہیجی کی ولادت ۱۰۱۸ھ سے لے کر ۱۰۲۸ھ کے درمیان ہوئی ہوگی۔ یعنی صفویوں کے پانچویں بادشاہ، شاہ عباس (م ۱۰۳۸ھ) کے مرنے سے پہلے شریف لاہیجی کی ولادت ہوچکی ہوگی اور بظن غالب شاہ عباس کی موت کے وقت ان کی عمر دس برس کی رہی ہوگی۔ شریف لاہیجی کی تاریخ ولادت ہی کی طرح ان کی تاریخ وفات کا یقینی علم نہیں ہے۔ ان کی تفسیر کے مطالعے سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ۲۴/ربیع الاول ۱۰۸۶ھ کے دن شریف لاہیجی اس تفسیر کی تصنیف سے فارغ ہوئے تھے۔ علاوہ برایں میر جلال الدین حسینی ارموی نے ''محبوب القلوب'' کے ایک حاشیہ کی مدد سے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ شریف لاہیجی ۱۰۸۸ھ تک زندہ تھے۔ یعنی انھوں نے چھٹے صفوی بادشاہ، شاہ صفی، ساتویں بادشاہ عباس دوم اور آٹھویں بادشاہ سلیمان اول کا عہد حکومت دیکھا اور سلیمان اول (م ۱۱۰۵ھ) کے مرنے سے قبل اس دنیا کو خیر باد کہا۔

مذکورہ حاشیے کے مل جانے کے باوجود میر جلال الدین حسینی محدث اُرمَوی نے اپنی تحقیق جاری رکھی۔ دوران تحقیق ان کو ''محبوب القلوب'' کا ایک ایسا مخطوطہ ملا جس پر شریف لاہیجی کے فرزند شیخ ابوسعید کی ایک تحریر ہے جس میں ۱۰۹۵ھ میں شریف لاہیجی کو مرحوم لکھا گیا ہے اس سے میر جلال الدین حسینی محدث ارموی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ شریف لاہیجی کی وفات ۱۰۸۸ھ اور ۱۰۹۵ھ کے درمیان ہوئی ہوگی۔ اگر ان کا سنہ ولادت ۱۰۱۸ھ اور سنہ وفات ۱۰۹۵ھ تسلیم کرلیا جاتا ہے تو انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۷ برس رہی ہوگی اور اگر ۱۰۲۸ھ کو ان کا سنہ ولادت اور ۱۰۹۵ھ کو سنہ وفات مانا جاتا ہے تو ان کا انتقال سرسٹھ (۶۷) برس کی عمر میں ہوا ہوگا۔

گزشتہ سطور میں شریف لاہیجی کی ایک کتاب ''محبوب القلوب'' کا حوالہ دیا جاچکا ہے۔ اس کتاب کے خاتمے پر انھوں نے اپنے جو حالات عربی زبان میں تحریر کیے ہیں

ان کو اردو زبان میں کچھ یوں لکھا جا سکتا ہے۔

شریف لاہیجی نے اپنا نام قطب الدین ا محمد بن شیخ علی عبد الوہاب بن پیلہ فقیہ الاشکوری الدیلمی اللاہیجی لکھا ہے۔ اشکور، دیلم کے مضافات میں واقع ہے اس کے اور سکنانا (آج کا لاہیجان) کے درمیان تقریباً سات فرسخ کا فاصلہ ہے۔ یہ ان علاقوں میں سے ہے جن کی آب و ہوا معتدل، پانی میٹھا اور پہاڑ بلند و بالا ہیں۔ شریف لاہیجی کے پردادا پیلہ فقیہ الاشکوری، فقیہ، صالح اور نحو وصرف اور معانی و بیان کے ماہر تھے۔ گیلانیوں کی زبان میں پیلہ کا لفظ ''بڑے'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چوں کہ وہ ایک بڑے فقیہ تھے اس لیے ''پیلہ فقیہ'' کہلاتے تھے۔ شریف لاہیجی کا بیان ہے کہ اس علاقے کے اس وقت کے حکمراں نے ان کو اپنے وطن سے نقل مکانی کر کے لاہیجان چلے جانے کا حکم دیا تھا، مگر انھوں نے یہ تحریر نہیں کیا کہ حکمرانِ وقت نے ایسا کیوں کیا تھا؟

شریف لاہیجی نے اس زمانے کی ایک اور اہم شخصیت سید محمد یمنی کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی زمانے میں جب پیلہ فقیہ کو اپنا وطن چھوڑ دینے کا حکم ہوا تھا سید محمد یمنی شاہِ روم کے خوف سے نقل مکانی کر کے اپنے بیٹے سید علی اور پوتی فاطمہ کے ساتھ شاہ تہماسپ صفوی کے دار السلطنت قزوین میں جا کر اس کے دربار میں پناہ کے طالب ہوئے۔ شاہ تہماسپ نے ان کو اپنے ایک مقرب درباری قاضی محمد راضی کے گھر میں ٹھہرایا۔ تین ماہ بعد وہیں قزوین میں سید محمد کا انتقال ہوا۔

چوں کہ قزوین کی آب و ہوا سید محمد یمنی کے افراد خاندان کو راس نہیں آرہی تھی اس لیے شاہ تہماسپ نے ان لوگوں کو گیلان چلے جانے کی اجازت دے دی اور لاہیجان کے حکمراں کو فرمان جاری کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ اکرام و احترام کا برتاؤ کرے۔ اجازت پا کر سید علی اپنی پوتی فاطمہ کے ساتھ قزوین سے اشکور آئے اور شریف لاہیجی کے دادا پیلہ فقیہ کے گھر ٹھہرے۔ پیلہ فقیہ کو بھی اشکور سے لاہیجان منتقل ہونا تھا۔ چناں چہ دونوں خاندان کے افراد ایک ساتھ لاہیجان چلے گئے۔ وہاں لاہیجان کے حاکم نے میدان نامی محلّہ میں ایک قطعہ اراضی پر مکان تعمیر کرا کے سید علی کو اس میں ٹھہرایا۔ لاہیجان میں اب یہ جگہ

سکنانا کے نام سے معروف ہے۔

ساتھ ساتھ سفر کرنے اور ایک دوسرے کے قریب رہنے کی وجہ سے دونوں خاندانوں میں ایسی یگانگت ہوئی کہ شیخ سید علی نے اپنی پوتی فاطمہ کا نکاح شریف لاہیجی کے دادا مولانا عبدالوہاب بن پیلہ فقیہ سے کردیا۔ انھی فاطمہ کے بطن سے شریف لاہیجی کے والد شیخ مولانا علی کی ولادت ہوئی۔ شریف لاہیجی کا بیان ہے کہ مولانا عبدالوہاب بن پیلہ فقیہ کا انتقال مولانا علی کے بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ شریف لاہیجی کی دادی سیدہ فاطمہ نے اپنے صاحب زادے مولانا علی کی بہترین تربیت کی جس کے نتیجے میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ونمایاں رہے۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے علاقے میں شیخ الاسلام اور مرجع خلائق بنتے چلے گئے اور ان کی شہرت گیلان سے نکل کر پورے ایران میں پھیل گئی۔

ان کے بارے میں شریف لاہیجی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ معقول قامت، حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے مالک تھے۔ خوش گفتار، خوش مزاج، صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرنے والے، دنیا کی رنگینیوں سے کنارہ کش، انسانوں کے کام آنے والے، اپنا زیادہ تر وقت فقرا اور مساکین کے ساتھ گزارنے والے، دل بہلانے کے لیے کچھ وقت ہنسی مذاق اور خوش گپیوں میں گزارنے والے بھی تھے جس کی وجہ سے ان کے بعض ظاہر بین معاصرین نے انھیں ہلکے پن اور بے وقاری کا طعنہ دیا تھا۔

شریف لاہیجی کے والد کا نکاح شیخ الاولیا والاتقیا شیخ رضا کیا کی خانقاہ کے متولی اور مشہور منجم شیخ المشایخ شیخ اسماعیل کی صاحب زادی سے ہوا جن کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ شریف لاہیجی کا بیان ہے کہ ان کے والد کا تریسٹھ برس کی عمر میں اچانک انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد شریف لاہیجی کے بڑے بھائی شیخ جلال ان کے جانشین ہوئے۔ شیخ جلال اپنے والد کے تمام اوصاف سے متصف تھے۔ انھوں نے کوئی لمبی عمر نہیں پائی اور اپنے والد کے انتقال کے تین ہی برس بعد اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

شریف لاہیجی کا بیان ہے کہ شیخ جلال ان سے تین برس بڑے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد باپ اور بھائی کی تمام ذمہ داریاں شریف لاہیجی کے کاندھوں پر آپڑیں۔

انھوں نے اس بات پر افسوس کیا ہے کہ ان کو مہلت نہ مل سکی کہ وہ اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم وآداب حاصل کرتے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کے قابل ہو سکتے۔ لیکن شریف لاہیجی کو اس میں بھی خیر کا پہلو نظر آیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ''آج کل کے علما کی خدمت میں رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان علما کی صحبت سے صرف وبال، تکلیف اور قیل وقال کی کثرت ہی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ ان میں سے بیش تر خواہشات نفس کے پیرو اور دنیا کی طرف مائل ہیں۔ ایسے عالم کو اللہ تعالیٰ علم کے باوجود گم راہ کر دیتا ہے۔ اس کا دل سخت کر دیتا ہے، اس کے کان اور دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کی نگاہ پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اگر وہ دنیا کی طرف سے منھ پھیر لیتا تو اس کا درجہ بلند ہو جاتا اور وہ برائیوں سے محفوظ رہتا، مگر وہ خواہشات نفس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ وہ تحصیل علم میں خواہ کتنی ہی وادیاں طے کر لے مگر وہ گدھے کے مثل ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔ اے اللہ مجھے اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنا۔ ہماری زبانوں پر صرف تیرا ذکر ہو اور ہمارے دل صرف تیری طرف مائل ہوں''۔

درج بالا عبارت سے شریف لاہیجی کے پردادا، والد، دادی اور بڑے بھائی کے ناموں اور کچھ حالات کا علم ہو جاتا ہے، مگر نہ تو ان کے دو اور بھائیوں کے بارے میں کوئی علم ہو پاتا ہے نہ خود ان ہی کے بارے میں ہم کو کچھ تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ شریف لاہیجی نے اپنے دور کے علماء کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس لحاظ سے بہت اہم ہیں کہ ایک عالم اپنے طبقے کے افراد کے بارے میں جب ان خیالات کا حامل ہے تو اس کے زمانے کے عوام ان علماء کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

میر جلال الدین حسینی محدث ارموی نے شریف لاہیجی کی مذکورہ بالا تحریر سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے اور منابع کا استعمال کر کے شریف لاہیجی کی قدرے واضح تصویر منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے اور ان کے خط وخال کو اپنے طویل مقدمہ میں جس حد تک ممکن ہو سکا ہے ابھار کر اپنے قاری کو ان سے روشناس کرانے کی سعی بلیغ کی

ہے۔اس لیے ہم ان کے مقدمہ سے استفادہ کرتے ہوئے چند خاص امور کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا مناسب سمجھتے ہیں۔

اولین بات تو جاننے کی یہ ہے کہ قطب الدین یا بہاء الدین بن شیخ علی شریف لاہیجی کے نام میں شریف کا لاحقہ کیوں لگا ہے؟ میر جلال الدین حسینی محدث ارموی کا خیال ہے کہ عربوں میں لفظ ''شریف'' ''سید'' کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ ''سید'' کا اطلاق فارسی زبان میں اس شخص پر ہوتا ہے جس کا سلسلۂ پدری ہاشم سے جا کر مل جاتا ہو۔لفظ شریف بھی اسی قبیل کا لفظ ہے، لیکن فارسی زبان میں اس اصطلاح کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو اپنے سلسلۂ مادری سے ہاشمی ہو۔ میر جلال الدین حسینی محدث ارموی کے نزدیک شریف لاہیجی پر یہی اصطلاح منطبق ہوتی ہے، یعنی وہ سلسلۂ پدری سے نہیں سلسلہ مادری سے ہاشمی تھے۔[۲]

محدث ارموی نے اپنے مقدمہ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ شریف لاہیجی، محقق داماد (میر محمد باقر داماد متوفی ۱۰۴۱ھ) کے شاگرد تھے۔صرف اس ایک جملہ کے علاوہ انھوں نے شریف لاہیجی کی تعلیم، تعلیم سے فراغت اور بعد ازاں کسب معاش کے ذرائع کے بارے میں کوئی معلومات فراہم نہیں کی ہیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ ان کو اس طرح کی معلومات حاصل ہی نہ ہو سکی ہوں گی۔ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی شخص کسب معاش کے بغیر زندگی گزار سکے۔اس لیے امید ہے کہ شریف لاہیجی نے بھی کوئی نہ کوئی کام ضرور کیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دربار شاہی سے منسلک رہے ہوں، مگر جہاں تک ہم مطالعہ کر سکے ہیں اس طرح کی بات نہ تو کسی مؤرخ نے لکھی ہے نہ کسی تذکرہ نگار نے۔ایک قابل تعجب بات یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر محمد معین نے اپنی مرتب کردہ فرہنگ فارسی میں شریف لاہیجی کا تذکرہ لکھتے ہوئے ان کی کتابوں ثمرہ الفواد، رسالہ عالم مثال اور محبوب القلوب کا نام تو درج کیا ہے، مگر ان کی فارسی تفسیر کا نام تک نہیں لیا ہے۔[۳]

اس سے قبل یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ شریف لاہیجی کی پیدائش ۱۰۱۸ھ سے لے کر ۱۰۲۸ھ کے درمیان ہوئی ہوگی۔اس سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ ان کی ولادت شاہ عباس

(اول) کے عہد حکومت میں ہوئی ہوگی اور اس کے مرنے کے وقت شریف لاہیجی دس برس کے لڑکے یا بیس برس کے نوجوان رہے ہوں گے۔ محدث ارموی کا یہ بیان بھی ہم نقل کر چکے ہیں کہ وہ ۱۰۵۸ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ اگر اس بیان کو مان لیا جائے اور نہ ماننے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے، تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ شریف لاہیجی کی شخصیت کی تشکیل شاہ صفی کے زمانے میں ہوئی ہوگی۔ شاہ صفی کا سال جلوس ۱۰۳۸ھ ہے۔ وہ جس وقت تخت سلطنت پر بیٹھا تھا اس کی عمر سترہ برس کی تھی۔ اس نے چودہ برسوں تک حکمرانی کی اور ۱۰۵۲ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مذکورہ چودہ برسوں میں اس نے جو ظلم و ستم ڈھائے تھے اس کا مختصر ساذکر ڈاکٹر محمد معین نے ان الفاظ میں کر دیا ہے:

''وی بسیار بیرحم و خونریز بود و گروہی از امرا و بزرگان را نابود کرد......'' [۱۴]	وہ بے رحم اور خون بہانے والا تھا۔ اس نے امرا اور سرداروں کی ایک جماعت کو نابود کر دیا تھا۔

ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے صفویوں کے مجموعی کردار پر اپنی کتاب تاریخ ادبیات در ایران جلد پنجم حصہ اول میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے شاہ اسماعیل دوم، شاہ سلطان خدابندہ (یہ دونوں صرف چند ماہ کے لیے تخت نشین ہوئے تھے) کے علاوہ شاہ صفی، شاہ سلیمان، شاہ سلطان حسین اور شاہ تہماسپ دوم کے عہد ہائے حکومت کو تاریخ ایران کا ''ناسازگارترین'' دور قرار دیا ہے اور شاہ صفی (سال جلوس ۱۰۳۸ھ م ۱۰۵۲ھ) کے عہد حکومت کو تو انھوں نے ''یکی از بدترین دورہ ہائے خون آشامی تاریخ ایران'' (تاریخ ایران کی بدترین خونریزیوں کے ادوار میں سے ایک دور) قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے انتہائی تفصیل سے تمام صفوی بادشاہوں کی خوں خواری، اغزہ کشی، شراب نوشی، معجون افیون خوری اور دیگر بداعمالیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ جن حضرات کو اس موضوع سے دلچسپی ہو وہ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی کتاب تاریخ ادبیات در ایران جلد ۵ حصہ اول کا مطالعہ کر لیں۔ ہم کو یہاں صرف اتنا دکھانا مقصود ہے کہ شریف لاہیجی کا عہد حیات کس ماحول سے عبارت ہے اور ان کو اپنی عزت و آبرو بچانے کے لیے کیا کیا جتن نہ کرنے پڑے ہوں گے۔ ایک بات

اور، شاہ سلیمان (اصل نام صفی مرزا، سال جلوس ۱۰۷۸ھ م ۱۱۰۵ھ) کے عہد حکومت میں ۱۰۸۶ھ میں شریف لاہجی کی تفسیر مکمل ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کا بیان ہے کہ اس بادشاہ کے عہد حکومت میں ملا محمد باقر مجلسی (م ۱۱۱۰ھ) کا مذہبی معاملات میں بڑا عمل دخل تھا اور کسی فرد واحد کو اس بات کا یارانہ تھا کہ وہ کسی مسئلہ پر ان سے اختلاف کرتا۔ افسوس ہے کہ اس بات کا علم نہ ہوسکا کہ شریف لاہجی کے ملا محمد باقر مجلسی سے کیسے تعلقات تھے؟ وہ شریف لاہجی کی تفسیر سے واقف بھی تھے کہ نہیں؟ اور اگر واقف تھے تو اس کی علمی حیثیت کے بارے میں ان کا کیا خیال تھا؟ اس طرح کی کوئی بات نہ تو میر جلال الدین حسینی محدث ارموی نے لکھی ہے اور نہ ہم کو دوران مطالعہ مل سکی۔ ڈاکٹر محمد معین نے اِس سلیمان صفوی کی شخصیت کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کو نقل کر دینا مناسب ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

''صفی میرزا بہ نام شاہ سلیمان بر تخت نشست و ۲۹ سال سلطنت کرد و انواع بی رحمی وقساوت قلب از او سرزد۔ ہنگام غضب یا در مستی احدی از ندیمان او از جان خود ایمن نہ بود، بریدن دست و گوش و بنی یا درآوردن چشم نزد وی از کارہائے معمولی بود۔ وآنانکہ مقرب تر بودند بیشتر دوچار بلاو مشقت گشتند......''۵

صفی مرزا شاہ سلیمان کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے ۲۹ برسوں تک حکومت کی۔ اس سے طرح طرح کی بے رحمی اور قساوت سرزد ہوئی۔ مستی یا غضب کے عالم میں اس کا کوئی بھی ندیم اپنی جان سے محفوظ نہ تھا۔ ہاتھ، کان اور ناک کٹوالینا یا کسی کی آنکھیں نکلوالینا اس کے لیے معمولی باتیں تھیں۔ وہ لوگ جو اس کے قریب ترین تھے زیادہ بلاو مصیبت میں گرفتار ہوئے۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا کہ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے صفویوں کے زمانے کے ایک جشن کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جو ''جشن عمر کشان'' کے نام سے موسوم تھا۔ معلوم نہیں یہ جشن اب بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ ڈاکٹر ذبیح اللہ کا کہنا ہے کہ اگر یہ جشن منانا ہی تھا تو ۲۴ ذی الحجہ کو منایا جاتا، لیکن (اس زمانے کے) شیعہ ۹ ربیع الاول کو مناتے

تھے۔ چوں کہ اس جشن کا تعلق شریف لاہجی کے عہد حیات سے ہے اس لیے اس کا ذکر کر دیا گیا، ورنہ شریف لاہجی کے سلسلے میں اس کی ضرورت نہ تھی۔

میر جلال الدین حسینی محدث ارموی نے لکھا ہے کہ اس تفسیر کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل ہندوستان میں ہوئی تھی۔ اس بات کو لکھنے کے بعد ان کو یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ:

''این موضوع بر ابہام شرح حال مفسر می افزاید و برای ماحل این معمہ ممکن نہ شد کہ در چہ زمان و چگونہ مفسر از لاہیجان بہ ہند رفتہ و تفسیر را در آنجا بہ پایان رساندہ است''۔

یہ موضوع مفسر کے حالات زندگی پر شکوک وشبہات کا اضافہ کرتا ہے۔ ہم اس معمے کو حل نہ کر سکے کہ کس زمانے میں اور کس طرح مفسر لاہیجان سے ہندوستان گئے اور وہاں انھوں نے اپنی تفسیر مکمل کی۔

چوں کہ تفسیر کے اصل متن سے اس بحث کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے ہم اس سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

اسی سلسلۂ سخن میں یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ میر جلال الدین حسینی محدث ارموی نے ہندوستان میں شایع ہونے والی ایک فارسی تفسیر ''تفسیر البہیۃ'' کو بہ دلائل شریف لاہجی کی تفسیر کا ایک حصہ بتلایا ہے جو سورہ فاتحہ سے لے کر سورۂ کہف کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ محدث ارموی نے مثالیں دے کر یہ بھی واضح کیا ہے کہ ''البہیۃ'' کے مرتب نے تفسیر شریف لاہجی میں بہت کچھ قطع و برید کر دی ہے اور بعض بعض مسائل کی توجیہ و تشریح کرتے ہوئے اصل متن سے ہٹ کر شریف لاہجی کے منہ میں اپنی زبان ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مذکورہ تفسیر البہیہ ایک دوسری تفسیر ''لوامع التنزیل وسواطع التاویل'' کے حاشیے پر شایع ہوئی ہے۔

شریف لاہجی نے کلام پاک کی تفسیر لکھنے کے علاوہ یہ کتابیں بھی لکھی ہیں:

۱۔ رسالۂ مثالیہ ۲۔ محبوب القلوب ۳۔ خیر الرجال ۴۔ شرح صحیفۂ سجادیہ اور ۵۔ ثمرۃ الفواد۔ ان تصانیف کے عنوانات ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شریف لاہجی کا

موضوعِ سخن کیا رہا ہوگا۔ صرف ان کی ایک کتاب ''محبوب القلوب'' کے عنوان سے اس کے مطالب کے بارے میں غلط فہمی ہوسکتی ہے اس لیے یہ لکھ دینا ضروری ہے کہ اس کتاب کا موضوع ماقبل اسلام فلسفیوں کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب خاصی ضخیم ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ سید احمد اردکانی نے کیا ہے اور متن ترجمہ کی تصحیح و تحقیق علی اوجبی نے کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۸۰ھ ش (مطابق ۲۰۰۲ء) میں کتاب خانہ و موزہ و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی'' کی طرف سے شائع ہوئی ہے جس کا متن ۴۴۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں بقراط، جالینوس، لقمان حکیم، فیثا غورس، سقراط، افلاطون، ارسطو، اقلیدس اور بطلیموس جیسے دسیوں فلسفیوں کے حالات زندگی اور افکار و خیالات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریف لاہیجی کا دماغ کس قدر فلسفیانہ واقع ہوا تھا۔[۶]

☆

حواشی و مراجع

۱۔ ان کی دو کتابوں میں قطب الدین کی جگہ بہاء الدین درج ہے جس پر محدث ارموی نے طویل بحث کی ہے۔ ہم نام کی اس بحث سے صرف نظر کرتے ہیں۔

۲۔ مقدمہ، ص ۷

۳۔ فرہنگ فارسی، اعلام، ص ۱۴۶۹، طبع ہشتم ۱۳۷۱ھ ش

۴۔ حوالہ سابق، ج ۵، ص ۱۰۱۹

۵۔ فرہنگ فارسی، محمد معین، ج ۵، ص ۹۲۷

۶۔ محبوب القلوب کے بارے میں یہ معلومات 'دانش' کراچی، شمارہ: ۷۸-۷۹، ص ۲۴۷ سے ماخوذ ہیں۔